085

ارشاد الفحول

سنت کے لغوی اور شرعی مفاہیم

(قسط سوم)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال اکادمی سائبر لائبریری
©2002-2006

مصنف : امام شوکانی
ترجمہ : محمد اصغر نیازی

لغوی مفہوم

لغت میں سنت کے معنی رواں دواں (پٹے ہوئے) راستے کے ہیں ۔ لغویوں کے خیال میں اس لفظ کا ماخذ یہ (روز مرہ) ہے '

سنت الشی بالمسن اذا امررته علیه حتی یوثر فیه سنا" ای طریقا'

یعنی تم اس پر اس قدر چلے کہ راستے کے آثار ظاہر ہو گئے اور پگڈنڈی بن گئی ۔

۱ ۔ الکسائی کی رائے میں اس کے معنی ہیں' دوام (ہمیشگی) تاہم ہمارے خیال میں سنت کے معنی ادامتہ فعل کے ہیں یعنی کسی کام کو ہمیشہ قائم رکھنے کا حکم' دلیل اس کی ان (اہل زبان) کا یہ قول ہے :

سننت الماء اذا اوالیت فی صبه

۲ ۔ خطابی کا کہنا ہے کہ سنت اصل میں طریقہ محمودہ (خوب تر چلن) کا نام ہے چنانچہ لفظ کے مطلق مفہوم میں اس سے یہی معنی مراد ہونگے ۔ اور جب یہ لفظ طریقہ محمودہ کے علاوہ کسی اور مفہوم کے لیے استعمال ہو گا تو مقید ہو کر' یعنی اس کے لیے خاص ہو کر آئے گا ۔ جیسے مثلاً" :

کن سنته سیئته

وہ چلا برے طریقے پر

بلکہ طے کر دیا گیا ہے کہ سنت تو ایک طریقہ معتادہ (مروج ڈھب) کا نام ہے جو اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی ۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے :

من سن سنتہ حسنہ فلہ اجرھا و اجر من عمل بہا ای یوم القیامتہ و من سن سنتہ سیئہ کان علیہ وزر من عمل بہا ای یوم القیامتہ ۔

ترجمہ :

جس کسی نے کسی اچھے طریقے کو رواج دیا اس کا اجر تو اسے ملے ہی گا' جس دوسرے نے بھی اس طریقے کو اپنایا اس کے کیے کا اجر اسے بھی ملے گا' مقلد کے اپنے حصے کو کم کیے بغیر اور جس کسی نے کسی برے طریقے کو رائج کیا ۔ اس کا وبال اسی پر ہے بلکہ اس کا وبال بھی اس کے سر ہے جس نے (اس کی پیروی میں) اس برے طریقے کو اختیار کیا (مقلد کے اپنے حصے کو زیادہ یا کم کیے بغیر) اور قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا ۔

شرعی مفہوم

سنت کے شرعی معنی یعنی اہل شرع کی اصطلاح میں' نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ' فعل اور تقریر کو سنت مانا جاتا ہے (اس پہلو سے) اہل زبان اور محدثین حضرات کے ہاں سنت واجب کے معنوں میں بھی استعمال ہوتی رہی ہے ۔ جبکہ اہل فقہ اس لفظ کا عمومی اطلاق ان (افعال و اقوال) پر کرتے ہیں جو (جو قانونی طور پر) واجب نہیں ۔ نیز سنت کی اصطلاح (ان کے ہاں) بدعت کے متضاد کے طور پر عام مستعمل ہے ; ان کے اس قول کے مطابق کہ فلاں من اہل سنت یعنی وہ اہل بدعت میں سے نہیں ۔

ابن فارس اپنی کتاب فقہ العربیہ' میں لکھتے ہیں :

" علماء نے اس شخص کے قول کو پسند نہیں کیا جس نے کہا' سنتہ ابی بکر و عمر ۔ کیونکہ ان کے خیال میں یہ لفظ (صرف) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے بولا جا سکتا ہے ۔ یعنی سنت اللہ و سنتہ رسولہ ۔

تاہم اس کے جواب میں یہ صحیح حدیث پیش کی جا سکتی ہے ; فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے :

علیکم بسنتی و سنتہ خلفاء الراشدین الھادین عضوا علیھا بنواجذ

(علماء اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں)

عین ممکن نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہاں مراد طریقہ ہو ۔ یعنی لغوی معنی مراد ہوں

(اور یہی قرین قیاس ہے)

اصطلاحی تعریف

۱۔ اصطلاحی معنوں میں سنت کی تعریف اس طرح سے کی گئی ہے کہ سنت وہ ہے جس کے جانب وجود (اس کے سنت ہونے کے میلان) کو اس کے جانب عدم (اس کے سنت نہ ہونے کے احتمال) پر ترجیح دی جاتی ہے یعنی یہ کہ یہ (روایتاً" و درایتاً") سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لیکن اس ترجیح کے ساتھ اس کے نقیض کی ممانعت لازم نہیں یعنی کوئی اور بر بنائے نقد --- روایتاً" و درایتاً" --- جانب عدم کو بھی ترجیح دے سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے 'نہیں' یہ سنت نہیں ہے۔

۲۔ ایک اور تعریف یہ کی گئی ہے کہ سنت اصطلاحاً" ان امور (میں اتباع) کا نام ہے جن پر عمل کرنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت فرمائی' ساتھ ہی انہوں نے کبھی کبھار انہیں بغیر کسی عذر کے چھوڑ بھی دیا۔

۳۔ اسی ضمن میں ایک اور تعریف یہ کی گئی ہے کہ سنت (فی الاصل) ان نفلی عبادتوں اور دلیلوں (نبوی ہدایات اور دستور العمل) کو شامل ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کے علاوہ صادر ہوئی ہوں۔ چاہے وہ قولی ہوں یا فعلی ہوں یعنی ان کا ماخذ حدیث رسول ہو یا عمل رسول اور یا" وہ تقریری ہوں یعنی ان کی بنا صحابہ کے کسی قول و فعل پر ہو جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموش رضامندی ثابت ہو۔

اور اسی (موضوع) پر بحث اس علم میں مقصود ہے۔

دوسری بحث

سنت کی حقیقت

اہل علم کی ایک معتدبہ تعداد کا اس پر اتفاق ہے کہ سنت شریعت سازی و تشریع احکام میں ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اور یہ قرآن کی طرح عمل تحلیل اور عمل تحریم کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

سنت کے اس اختیار کی تصدیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے، ہوتی ہے:

> الاوانی اوتیت القران و مثلہ ' معہ ای اوتیت القران و اوتیت مثلہ من السنتہ التی لم ینطق بہا القران۔
>
> ترجمہ : جان لو' مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ اسی کی مثل ایک اور شے عطا کی گئی جس کے بارے میں قران خاموش ہے یعنی سنت۔

مثال کے طور پر جیسے پالتو گدھوں یا جنگل والے تمام خونخوار درندوں اور جھپٹا مار نے والے پنجہ دار پرندوں (کے گوشت) کی حرمت کا حکم ہے وغیرہ وغیرہ تو ایسی ساری (حلتیں اور حرمتیں) جو قرآن کے حصر ۲ (دائرے) میں نہیں آتیں' سنت کہلاتی ہیں

حدیث اور قرآن

رہی وہ روایت جسے ثوبان کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ احادیث کو (صحت و تصدیق کے لیے) قرآن پر پیش کیا جائے تو' یحیی بن معین کے قول کے مطابق یہ ایک موضوع حدیث ہے جسے بے دینوں اور زندیقوں نے (اپنے مقاصد کے لیے) گھڑ رکھا ہے بلکہ امام شافعی رحمتہ اللہ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ ایسی ایک بھی روایت بیان نہیں ہوئی جس سے چھوٹے بڑے کسی معاملے میں (ثوبان کی اس حدیث کی) تصدیق ہوتی ہو۔

ابن عبدالبر اپنی کتاب 'جامع العلم' میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمان بن مہدی کی تحقیق کے مطابق اسے خارجیوں اور زندیقوں نے (اپنے طور پر) وضع کیا ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ما اتاکم عنی فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافق کتاب اللہ فانا قلتہ و ان خالف فلم اقلہ '

ترجمہ: جو کچھ بھی' میری طرف سے ' تم تک پہنچے' اسے قرآن پر پیش کرو' وہ اس سے موافق نکلے تو یقیناً" وہ میرا ہی کہا ہوا ہوگا اور اگر وہ بات قران کے خلاف پڑتی ہو تو وہ میری کہی ہوئی نہیں ہو سکتی۔

اور جب کچھ لوگوں نے خود اس حدیث کو اٹھا کر (اس کے اپنے وضع کردہ طریقے پر) قران پر پیش کر دیا تو' وہ کہتے ہیں' انھوں نے اس موضوع حدیث کو قران کے خلاف ۳ پایا کیونکہ قران میں ہے:

و ما اتاکم الرسول فخذوہ ' و ما نھاکم عنہ فانتھوا

ترجمہ: رسول تمہیں کچھ بھی دے اسے لے لو اور جس سے روکے ' فوراً" رک جاو

اور یہ کہ

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

ترجمہ: اے رسول ان سے کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو

اور یہ کہ

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

ترجمہ: جس نے رسول کا کہا مانا' وہ اللہ ہی کی اطاعت بجا لایا۔

(ایسی ہی نصوص کی بنا پر) امام اوزاعی اس نتیجے پر پہنچے کہ سنت کتاب کی اس قدر محتاج نہیں جتنی کتاب سنت کی محتاج ہے بلکہ ابن عبدالبر تو سنت کو قران پر فیصل مانتے ہیں کیونکہ قران کے مدعا و مراد کی توضیح و تشریح یہی کرتی ہے ۔ اسی طرح یحیی بن ابی کثیر بھی سنت کو قران پر حکم اور قاضی ، تسلیم کرتے ہیں

مختصر یہ کہ (دین میں) سنت کی حجیت ثابت ہے اور یہ بھی (قران کی طرح) شریعت سازی اور دین کے ضروری احکام دینے میں ایک منفرد اور مستقل حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں کوئی مخالفانہ رائے سامنے نہیں آئی سوائے ان لوگوں کے جن کا دین میں کوئی بہرہ نہیں ۔

تیسری بحث

عصمت انبیاء

اکثر اہل علم کی یہ رائے صائب مانی گئی ہے کہ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام (من امرربی) معصوم عن الخطا ، یعنی کبائر سے عصمت میں ہوتے ہیں ۔ قاضی ابوبکر نے اس مسئلے پر عامۃ المسلمین کے اجماع کا حوالہ دیا ہے نیز ابن حاجب اور دوسرے متاخرین اہل فن نے ان کے ایسے ہی اجماع کی تصدیق کی ہے ۔ ان سب نے اس پر صاد کیا ہے کہ انبیاء ان باتوں سے پاک ہوتے تھے جو ان کے مقام سے لگا نہیں کھاتیں جیسے مثلاً" گھٹیا اخلاق' پست ذہنیت اور ایسے سارے افعال جن سے فطرت ابا کرتی ہے اور یہی وہ خصلتیں ہیں جنہیں صغائر الخسہ کا نام دیا گیا ہے جیسے لقمے ٹکڑے کی (آنکھ بچاکر) چوری اور جیسے ڈنڈی مارنے کا خمار ۔

عقیدہ عصمت انبیاء کے لوازمات

عصمت انبیاء کے مسئلے پر اتفاق کے باوجود اس کی دلیل (اصل) کے بارے میں اہل علم میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے یہ کہ

ا ۔ اس کی بنیاد شریعت میں ہے یا (صرف) عقل پر اس کا مدار ہے ؟
اکثر معتزلی اور بعض اشاعرہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس مسئلے پر شرعی اور عقلی دونوں جہتوں سے دلیل لائی جا سکتی ہے ۔ کیونکہ کبائر کا صدور اتباع سے نفور پر اکسا سکتا ہے ۔ اسی سبب انبیاء سے ان کا ارتکاب شرعاً" و عقلاً" محال ہے ۔ امام الحرمین نے اپنی کتاب "البرھان عن طبقات الخلق " میں اس مسئلے کو

(پوری شرح و بسط سے) نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے جمہور ائمہ اسی طرف گئے ہیں یعنی انھوں نے بھی تائید و تصدیق کی ہے۔

۲۔ ابن فورک کی اس بات میں بڑا وزن ہے کہ چونکہ نبی کی ذات زمین پر اللہ کا معجزہ ہوتی ہے اس لیے اس طرح کی باتوں کا ان سے صدور من عنداللہ روک دیا جاتا ہے۔ استاد ابو اسحاق اور اس کے متبعین بھی ' بقول قاضی عیاض ' یہی رائے رکھتے ہیں۔ قاضی ابو بکر اور شافعی و حنفی محققوں کے ایک طبقے کا کہنا ہے کہ اس کے امتناع (اس عقیدے کے خلاف جانے سے روکنے والی شے) کی دلیل (زیادہ تر) سمع ہے یعنی عقیدہ عصمت انبیاء بھی بطریق روایت واسطہ در واسطہ ہم تک منتقل ہوا ہے اور اس کی اساس سماعت پر ہے۔ ایسی ہی ایک روایت قاضی ابوبکر سے بھی منقول ہے کہ یہ (عقیدہ) **سمعا** " ممتنع (مامون) ہے اور اس کے امتناع کی دلیل عامتہ المسلمین کا اجماع ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اگر اس (عقیدے) کو عقل کے معیار پر پرکھیں تو بھی اس میں ایسی کوئی بات نہ ملے گی جو محالات میں سے ہو۔ اس رائے کو اختیار کرنے والوں میں امام الحرمین ' غزالی ' الکیا اور ابن برھان شامل ہیں

۳۔ ہندی کہتے ہیں کہ اختلاف (در اصل) ماننے یا نہ ماننے میں نہیں بلکہ (ان کا مدعا یہ ہے کہ) اسے معجزے سے منسوب کرکے چیلنج کے طور پر پیش نہ کیا جائے کیونکہ ایسا دعوی اس کی عقلی فصیل کو ڈھے دے گا۔

انبیاء سے کذب کے احتمال کا مسئلہ

اسی طرح اس پر بھی اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء نبوت کے بعد احکام شرعیہ میں کذب کی آمیزش کے ارادے تک سے (من عنداللہ) پاک ہوتے ہیں کیونکہ معجزہ ان کی صداقت پر دال ہے۔

رہی وہ غلط بیانیاں جو (زندگی کے عام معاملات میں) سہوا" صادر ہو جاتی ہیں تو جمہور علماء (انبیاء سے ایسی فرو گذاشت کے احتمال کا گمان رکھنے سے بھی) منع کرتے ہیں البتہ قاضی ابوبکر اسے ان سے اس کے صدور کے امکان کو جائز گردانتے ہیں تاہم جمہور علماء کا استدلال یہ ہے کہ معجزہ اس بدگمانی کو بالکلیہ رد کر دیتا ہے (اور انبیاء کا وجود اس زمین پر اللہ کا سب بڑا معجزہ ہے) جبکہ قاضی صاحب کا موقف یہ ہے کہ معجزہ کذب عمد (صریح جھوٹ) کے راستے تو واقعی مسدود کر دیتا ہے لیکن سہوا" سرزد ہو جانے والی خلاف واقعہ بات کے امکان کو رد نہیں کرتا۔

(امام شوکانی کہتے ہیں) جمہور علماء کی رائے اعلیٰ اور اولیٰ ہے ۔

صغائر کا مسئلہ :

مختلف آراء :

وہ صغائر جو نہ تو منصب نبوت کی بے توقیری کا باعث ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا صدور ہماری طرف سے ارارۃً" ہوتا ہے یعنی ان میں ہمارا نفس شامل نہیں ہوتا تو ان کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے یعنی ان کا انبیاء سے صادر ہونا کیا جائز ہے اور اگر ہے تو پھر وقوع بھی (کبھی) ہوا یا نہیں ۔

۱ ۔ امام حرمین اور الکیا کے مطابق ان کا از روئے عقل جواز اکثر لوگوں سے منقول ہے ' اسی طرح کا جواز ابن رجب نے بھی بہت سوں سے نقل کیا ہے ۔ البتہ امام حرمین اور ابن قشیری یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسے بھی بہت ہیں (بلکہ بہت زیادہ ہیں) جو انبیاء سے (کبائر کی طرح) صغائر کے عدم وقوع پر کامل یقین رکھتے ہیں ۔

یہی امام حرمین ایک اور بات بھی کہتے ہیں کہ جس بات (یعنی عقل) کی طرف محصلون (نکتہ رس متعلم' بال کی کھال نکالنے والے) گئے ہیں تو شرع میں وہ ایسی قاطع چیز نہیں جو اس بارے میں (بلکہ کسی بارے میں) نفی یا اثبات کا حکم لگا سکے ۔

۲ ۔ تاہم ظاہری شواہد (احتمالات) وقوع کی غمازی کرتے ہیں اور قاضی عیاض کے بیان کے مطابق سلف کے کچھ لوگوں نے بھی صغائر کے جواز اور ان کے وقوع کے احتمال کا عندیہ دیا ہے (امام) طبری بھی انھی میں سے ایک ہیں ۔ نیز کچھ محدث اور چند فقیہ بھی اسی موقف کے حامل ہیں البتہ وہ کہتے ہیں کہ اس پر (ارتکاب صغائر کے اکا دکا واقعات پر) انبیاء علیہم السلام کو متنبہ ضرور کر دیا جاتا ۔ خواہ جمہور متکلمین کی رائے مطابق معاً" بعد ہی یا کچھ دوسروں کے خیال میں وفات سے پہلے پہلے' بہرحال ۔ اور ایسا لازماً" ہوتا ۔

۳ ۔ امام ابن حزم کی رائے

(امام) ابن حزم نے اپنی کتاب " الملل و النحل" میں ابو اسحاق اسفرائی اور ابن فورک کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام چھوٹی بڑی ہر طرح کی خطاؤں اور لغزشوں سے (من عنداللہ) عصمت میں ہوتے ہیں ۔ ابن حزم لکھتے ہیں کہ یہ وہ وصف خاص (یکتا ملکہ) ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف انھیں ہی ارزانی فرمایا ہے ۔ ابن برھان نے بھی اسی رائے کو صائب مانا ہے بلکہ امام نووی نے اپنی کتاب "زوايد الروضہ" میں اہل تحقیق کی طرف سے اس کی مکمل تصدیق نقل کر دی ہے ۔

۴ - (امام شوکانی اس بحث کا محاکمہ اس طرح کرتے ہیں کہ) اس بات میں (صغائر کے حوالے سے) جو کچھ بیان ہوا' اسے (انبیاء کی طرف سے) ترک اولیٰ ' پر محمول کیا جائے - قاضی نے البتہ' یہ رائے اپنائی ہے کہ اسے (وقوع صغائر کو) بعثت سے پہلے کے دور پر' یا اس بات پر محمول کیا جائے کہ انہوں نے ایسا کسی تاویل کی بنا پر کیا ہوگا -

۵ - تاہم (امام) رازی (کبائر و صغائر کی بحث سے ہٹ کر مسئلے کی ایک نئی تاویل اختیار کرتے ہیں) - ان کی رائے ہے کہ انبیاء ان کے عمداً" ارتکاب سے تو (بلاشبہ) معصوم تھے البتہ سہواً" سرزد ہونے والی خطاؤں کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ انبیاء سے بھی ہو سکتی ہیں -

عصمت کے معنی

عصمت کے معنی و مفہوم کے تعین میں بھی مختلف آرا پائی جاتی ہیں :

۱ - ایک رائے یہ ہے کہ معصوم وہ ہوتا ہے جو (بتوفیق ایزدی) معصیت کے ارتکاب پر قدرت ہی نہ رکھتا ہو -

۲ - ایک رائے یہ ہے کہ معصوم اپنے جسم و جان میں (قدرت حق سے) ایسا خاصہ استوار کر لیتے ہیں جو اقدام معصیت کے خلاف (طبعی) مزاحمت (امتناع) کا کام دیتا ہے -

۳ - ایک رائے یہ ہے کہ عصمت کے مرتبے پر فائز ہونے کے بعد انبیاء کو طاعت پر قدرت (توفیق تام) اور معصیت سے تنفر تام (عدم قدرت) کی نعمت حاصل ہو جاتی ہے -

۴ - ایک رائے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی توجہات خاصہ سے انہیں اثم و عصیاں سے روک دیتے ہیں اور ان کی سرشت سے گناہ کے داعیات اٹھا لیتے ہیں - یعنی ان کے قلب و قالب کو آلائشوں سے پاک کر دیتے -

۵ - ایک اور رائے یہ ہے کہ عصمت اصل میں عبد کی معبود سے مکمل دلبستگی اور کامل موافقت کا نام ہے جس سے امتثال امر کی (بفضل اللہ) ایسی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد :

ع : سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

ایک اشکال اور اس کا جواب

سوال : کیا فرماتے ہیں آپ (قاضی شوکانی) قرآن ، کے بعض انبیاء سے اس ضمن میں منسوب بیانات کے بارے میں جیسے مثلاً' سب سے پہلے ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کے حوالے سے اللہ کا یہ فرمان کہ:

عصی آدم ربہ فغوی

جواب :

الف ۔ جیسا کہ ہم نے 'اس سے پہلے (تفصیل سے) بیان کر دیا کہ اس مسئلے پر (عامتہ المسلمین) کا اجماع عمل میں آچکا ہے جس کے مطابق انبیاء علیہم السلام کبائر سے عصمت میں ہوتے ہیں تو' اب ناگزیر ہے کہ قرآن مجید کے اس قول کی ایسی تاویل کی جائے جو جناب کو اس کی صریح (منفی) توجیہات (کے منجدھار) سے نکال سکے ۔

ب ۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایسے واقعات کو اسی طرح کی تاویل پر محمول کیا جائے' جیسا کہ قرآن میں ان کا قول ہے

انی سقیم (حالانکہ وہ بظاہر بیمار نہ تھے)

اور ان کا یہ قول کہ فعل کبیرھم

حالانکہ اس نے یہ سب نہیں کیا تھا)

نیز (اپنی بیوی) حضرت سارہ کے بارے میں انہوں نے کہہ دیا' یہ میری بہن ہے'

تاکہ وہ کذب محض (کے اتہام) سے مبراء ہو سکیں کیونکہ بفحوائے اجماع المسلمین بعثت کے بعد انبیاء سے ایسے گناہ سرزد نہیں ہو سکتے ۔

ج ۔ اسی طرح اللہ تعالی کا حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں یہ قول کہ

اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ'

بھی بہرحال ایسی ہی ایک تاویل کا تقاضا کرتا ہے جو اس کے ظاہر مفہوم کا رخ ان پر سے موڑ دے

د ۔ اسی طرح (جیسا کہ قران میں وارد ہوا) حضرت یعقوب علیہ السلام کے (بڑے) بیٹوں نے اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا' (اس کے لیے بھی تاویل چاہیے)

ہ ۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معمول کو بھی ایسی ہی کسی تاویل پر قیاس کیا جائے کہ آپ اللہ پاک سے ایک دن بھر میں (ستر دفعہ) مغفرت مانگا کرتے بلکہ روز کے روز استغفار کیا کرتے تھے ۔ اس کا ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے حضور اس استدعا سے ان کا مدعا ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ انھیں بلند تر مقامات کی طرف عروج کی توفیق بخشی جائے ۔

بھول چوک سے عصمت کا مسئلہ

نسیان از روئے اجماع انبیاء کو بھی لاحق ہو سکتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحیح حدیث اس پر دال ہے انھوں نے فرمایا:

انما انا بشر مثلکم انس کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی

ترجمہ: میں بھی تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں مجھ سے بھی بھول ہو سکتی ہے جیسے تم بھول جاتے ہو چنانچہ میں جب کچھ بھول جاوں تو یاد دلا دیا کرو

ایک گروہ نے کہا ہے' وہ (صحابہ) انھیں (بھول چوک کا) جتاتے نہ تھے بلکہ صرف بجھا دیتے تھے۔ البتہ علامہ آمدی کہتے ہیں کہ ابواسحاق اسفرائی اور اکثر آئمہ کا موقف یہ ہے کہ انبیاء خطا و نسیان سے مکمل امان میں ہوتے ہیں۔ الزرکشی نے بھی اپنی کتاب "البحر" میں اسی کی تائید کی ہے اور امام رازی نے تو اپنی بعض کتابوں میں اس پر اجماع کے وقوع کا دعوی کر رکھا ہے۔ نیز قاضی عیاض نے انھیں اپنے فصیح و بلیغ اور کامل اقوال (جوامع الکلم) میں خطاء و نسیاں اور بھول چوک سے بالا قرار دلوایا ہے تاہم وہ ان کے افعال کو اس اجماع سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔

بہرحال اکثر اہل علم کی رائے ہے کہ نسیان کا امکان انبیاء سے بھی ہے' رہے وہ لوگ جو اس امکان کو مسترد کرتے ہیں تو وہ ایسی سب حدیثوں کی تاویل کر دیتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسیان کے صدور کی اطلاع دیتی ہیں' وہ کہتے ہیں 'انھوں نے ایسا جان بوجھ کر کیا لیکن ان کی یہ تاویل باطل ہے کیونکہ آپ صلی علیہ و آلہ وسلم نے صاف فرمایا' انسی کماتنسون یعنی مجھے سے بھی بھول ہو سکتی ہے۔ جیسے تم بھول جاتے ہو۔ فاذ انسیت فذکرونی۔ پس میں جب بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔

لیکن جواز کے قائل علماء جمہور سہو ونسیان کے معاً" بعد تنبیہہ کے اترنے کی شرط عائد کرتے ہیں۔ یعنی جونہی ایسا واقعہ ہوا' (من جانب اللہ) فوراً" تنبیہہ آ گئی۔ امام الحرمین نے' البتہ (اس تنبیہہ کے آنے میں مطلقاً") دیر سویر کو جائز ٹھہرایا ہے۔ (بہرحال نسیاں اور تنبیہہ لازم و ملزوم ہیں)

بعثت سے پہلے معصومیت

جمہور اہل علم کی رائے ہے کہ انبیاء علیھم السلام نبوت سے پہلے کے عرصے میں صغائر و کبائر سے (کسی طرح کی الوہی) پناہ میں نہیں ہوتے۔ لیکن رافضیوں کا دعوی ہے کہ انبیاء منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے بھی ہر طرح کے گناہوں سے سلامتی میں ہوتے ہیں اور معتزلہ (ان دونوں کے بین بین) موقف اختیار کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے وہ کبائر سے (تو ہر دور میں) معصوم ہوتے ہیں' البتہ صغائر کی بات دوسری ہے۔

تاہم دونوں کے عدم صدور پر مطمئن یا صرف کبائر سے عصمت پر مصر حضرات کا استدلال یہ ہے کہ انبیاء سے نبوت سے پہلے بھی اگر گناہوں کا صدور (ثابت) ہو جائے تو یہ ان سے تنفر اور بیزاری کا سبب بن سکتا ہے جبکہ اللہ انھیں اپنا پیغام دے کر بھیجنے والا ہوتا ہے تو (ایسے میں) بعثت اپنی دلیل (حکمت) سے خالی رہ جائے گی ۔ یعنی بعثت سے پہلے یا بعد کی بات نبوت کے حوالے سے یکساں ہے ۔

آخری بات

(امام صاحب آخر میں) اس بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں)

یہ ساری (موشگافیاں) جو اوپر نقل ہوئیں' عقل کو (کسی طور) زیبا نہیں اور ان سب کا بس ایک ہی جواب ہے کہ ہم انھیں مان کر نہیں دیتے ۔ البتہ اس پر مبسوط بحث علم کلام کی کتابوں میں مل جائے گی ۔

اس باب میں سلف کے جن اکابر فقہوں کا ذکر آیا ' ان کا تعارف درج ذیل ہے ۔

۱ ۔ الکسائی :

نام علی بن حمزہ بن عبداللہ الاسدی اور کنیت ابوالحسن ہے ۔ لیکن الکسائی کے نام سے مشہور ہوئے ۔ قرات' لغت اور نحو میں امام تھے ۔ کوفہ کے رہنے والے تھے ۔ بغداد میں قیام پذیر رہے اور ۱۸۹ ہجری بمطابق ۔۸۰۵ کو رے میں وفات پائی

ان کی تصنیفات میں معانی القران' المصادر' الحروف' القرات ' النوادر' النحو' المتشابہ فی القران' بہت مشہور ہیں ۔

۲ ۔ الخطابی

۳۱۹ --- ۳۸۸ ھ بمطابق ۹۳۱ ----- ۹۹۸ء

نام محمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی اور کنیت ابو سلیمان ہے ۔ حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ثانی کے بھائی زید بن الخطاب کی اولاد میں سے ہیں ۔ ان کی مشہور تالیفات یہ ہیں : سنن ابو داود کی شرح " مسالم السنن' " بیان اعجاز القران" اصلاح خطاء المحدثین " غریب الحدیث" شرح بخاری بنام تفسیر احادیث الجامع الصحیح البخاری ۔

۳ ۔ ابن فارس

نام احمد بن فارس بن زکریا القزوینی الرازی' کنیت ابو الحسین' علم اللغہ اور ادب کے آئمہ میں سے تھے - ان کی تصنیفات :

مقاییس اللغہ "المجمل" "جامع التاویل" "کتاب الثلاثہ" تمام الفصیح" " ذم الخطا فی الشعر" - ابن فارس ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے -

۴ - یحییٰ بن معین

۱۵۸ - ۲۳۲ ھ بمطابق ۷۷۵ - ۸۴۸ ء

نام یحییٰ بن معین بن عون بن زیاد البغدادی' اور کنیت ابو زکریا تھی - آئمہ حدیث میں سے ہیں رجال حدیث کے اعلیٰ پائے کے مورخ ہیں - اس فن پر ان کی کتابین " فی معرفہ رجال" - التاریخ و العلل اپنا ثانی نہیں رکھتیں - طلب حدیث میں ان کی مساعی حیران کن ہیں - علامہ عسقلانی انہیں امام جرح و تعدیل مانتے ہیں - احمد بن حنبل کا ان کے بارے میں یہ قول بہت مشہور ہے کہ ہمیں علم رجال اس شخص نے سکھایا - یحییٰ خود کہتے ہیں کہ میں نے دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھیں -

۵ - الشافعی

نام محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع الہاشمی القرشی المطلبی' کنیت ابوعبداللہ - اہل سنت کے چار بڑے آئمہ میں سے ہیں - شوافع کی نسبت انہی کی طرف ہے - قران و حدیث' فقہ و تاریخ اور شعر و لغت میں کمال مہارت تھی نیز فن تیر اندازی میں یکتائے روز گار تھے - ان کی تصنیفات میں " المسند ' احکام القران' سنن ' الرسالہ ' اختلاف الحدیث وغیرہ بہت ہی مفید اور مشہور ہیں - لیکن الام' کو شہرت دوام ملی -

۶ - ابن عبدالبر

۳۶۸ - ۴۶۳ ھ بمطابق ۹۷۸ - ۱۰۷۱ ء

نام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر النمری القرطبی المالکی - کنیت ابو عمر - مورخ' ادیب اور حافظ حدیث تھے - انہیں حافظ مغرب کہا جاتا ہے - قرطبہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی - ان کی کتابیں "الدرر فی اختصار المغازی والعبر "العقل والعقلاء" "الاستیعاب" "المدخل" - "التمہید" الکافی فی الفقہ" " ذکر تعریف اصحاب مالک " وغیرہ بہت مشہور ہیں

۷ - عبدالرحمٰن بن مہدی

۱۳۵ - ۱۹۸ بمطابق ۷۵۲ - ۸۱۴ ء

نام عبدالرحمان بن مہدی بن حسان الغبری اللولوی اور کنیت ابو سعید تھی - حدیث کے کبار حفاظ میں سے ہیں اور علم حدیث پر انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے - امام شافعی نے ان کے بارے میں کہا " میں دنیا میں ان کی نظیر نہیں پا سکا"

٨ - الاوزاعی

٨٨ - ١٥٧ بمطابق ٧٠٧ - ٧٧٤ ء

نام عبدالرحمان بن عمرالاوزاعی ' قبیلہ اوزاع کے ایک بطل جلیل تھے - کنیت ابو عمرو تھی - دیار شامیہ کے امام الفقہ اور زاہد مرتاض تھے - زیادہ تر بیروت میں رہے اور وہیں وفات پائی - صالح بن یحیی اپنی کتاب تاریخ بیروت میں لکھتے ہیں : الاوزاعی شام کے جلیل القدر اور عظیم مرتبت امام وقت تھے' اہل شام انہیں آسمان سمجھتے تھے -

ان کی تصنیفات میں " السنن " " المسائل " بے حد اہم ہیں

٩ - یحیی بن ابی کثیر

نام یحیی بن صالح الطائی ابونصر بن ابی کثیر - آپ موالی بن طے میں سے تھے جن کا تعلق بصرہ سے تھا - اہل یمامہ کے دور کے ایک جید عالم تھے - دس سال مدینہ میں رہ کر تابعین سے اخذ دین کرتے رہے - بنی امیہ کی بعض پالیسوں پر تنقید کیا کرتے تھے جن کی پاداش میں حوالات میں بھی رہے اور سخت اذیتیں برداشت کیں - فن رجال میں ابن شہاب زہری کے ہم پلہ تھے - یمامہ میں ١٢٩ھ بمطابق ٧٤٧ ء میں وفات پائی -

١٠ - ابن فورک

نام محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی اور کنیت ابوبکر تھی - علم اصول اور علم کلام میں بڑی مہارت بہم پہنچائی - وہ ایک موثر واعظ بھی تھے - حدیث کی سماعت میں بھی بہت محنت اٹھائی - اپنے دور میں شافعی مسلک کے ایک اہم فقیہ تھے -

کہتے ہیں سلطان محمود سبکتگین نے اسے اس کی اس زہرافشانی پر زہر دلوا کر مروا دیا تھا کہ رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف انہی کے دور کے لیے تھی اور اب معاذ اللہ باقی نہیں رہی - اس کا سن وفات ٤٠٦ ھ بمطابق ١٠١٥ء ہے

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ اصول دین ' معانی قرآن اور اصول فقہ پر اس کی سو سے زیادہ تصانیف ہیں -

١١ - قاضی عیاض

نام عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون البستی' کنیت ابو الفضل - ایک جید عالم اور اپنے دور میں حدیث کے امام تھے' سبتہ اور غرناطہ کے قاضی رہے اور مراکش میں وفات پائی - کہا جاتا ہے انھیں کسی یہودی نے زہر دے دیا تھا -

ان کی تصانیف میں "الشفا بتعریف حقوق المصطفی" "الغنیہ" ترتیب المدارک و تعریف المسالک فی معرفتہ اعلام مذہب الامام مالک" "شرح صحیح مسلم" "التاریخ" وغیرہ بہت مشہور ہیں -

۱۲ - ابواسحاق

نام محمد بن عطا اللہ بن شریف' ابواسحاق زادہ' دولت عثمانیہ کے فقہا میں سے ہیں - ان کی وفات ۱۲۳۶ھ بمطابق ۱۸۲۱ء میں کوزل حمار کے شہر میں بایدین کے مقام پر ہوئی - ان کی کتاب فتاوی محمد عطا اللہ کے نام سے مشہور ہے -

۱۳ - امام الحرمین

۴۱۹ - ۴۷۸ ھ بمطابق ۱۰۲۸ - ۱۰۸۵ء

نام عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی' ابوالمعالی رکن الدین اپنے لقب امام الحرمین سے زیادہ مشہور ہیں - نیشاپور کے نواح میں واقع ایک گاؤں جوین میں پیدا ہوئے - مکہ اور مدینہ میں بھی کافی عرصہ رہے' وہاں درس بھی دیتے رہے - پھر نیشاپور لوٹ آئے جہاں ان کے لیے وہاں کے وزیر نظام الملک نے درس گاہ تعمیر کروائی جو مدرسہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہوئی - ان کی بہت سی تصنیفات میں سے چند یہ ہیں :

"غیاث الامم والتیاث الظلم' المتبدع النظامیہ فی الارکان الاسلامیہ'البرہان' نہایتہ المطلب فی درایتہ المذہب' الشامل' الارشاد' الورقات' مغیث المنطق"

۱۴ - الغزالی

۴۵۰ - ۵۰۵ ھ بمطابق ۱۰۵۸ - ۱۱۱۱ء

نام محمد بن محمد الغزالی الطوسی ابو حامد حجتہ الاسلام' فلسفی اور نامور صوفی - مختلف شعبوں میں ان کی کم و بیش دو سو تصانیف ہیں جن میں سے چند ایک کو غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی مثلاً" تصوف اور اخلاق میں احیائے علوم' کیمیاسعادت' منہاج العابدین - یواقیت العلوم - اصول فقہ میں مستصفی' منخول' تفسیر میں فتوح القرآن' کلام میں انجام العوام' بدایتہ الھدایہ' فلسفہ میں تہافتہ الفلاسفہ - متفرق علوم میں القسطاس المستقیم' شرح اسماء الحسنی - الدرہ الفاخرہ اور المنقذ من الضلال جو ان کی قلبی اور ذہنی سرگذشت کی کہانی بیان کرتی ہے اور بہت

مشہور کتاب ہے ۔ وہ اپنے وقت کے امام اور امت مسلمہ کے مقبول ترین لوگوں میں سے ہیں انھوں نے امام الحرمین کے "مدرسہ نظامیہ" میں تعلیم حاصل کی اور پھر وہیں درس بھی دینے لگے ۔ آخر میں رئیس المدرسین بنا دیئے گئے ۔

۱۵ ۔ الکیا

۴۵۰ ۔ ۵۰۴ بمطابق ۱۰۵۸ ۔ ۱۱۱۰ء

نام علی بن محمد بن علی کنیت ابوالحسن الطبری اور لقب عماد الدین ہے، لیکن مشہور الکیا الھراسی کے نام سے ہیں ۔ شافعی ہیں ۔ الکیا "مدرسہ نظامیہ" میں پڑھاتے رہے، فقیہ تھے، مفسر تھے، وعظ بھی کہتے رہے ۔ ان کی کتاب احکام القران بہت مشہور ہے ۔ ان پر باطنی المذہب ہونے کا الزام لگایا گیا ۔ لوگوں نے انھیں پتھروں سے مارا ۔ حکومت نے قتل کا فیصلہ دیا ۔ لیکن بچا لیے گئے ۔

۱۶ ۔ ابن برہان

۴۷۹ ۔ ۵۱۸ بمطابق ۱۰۸۷ ۔ ۱۱۰۲ء

نام احمد بن علی برحان، کنیت ابوالفتح، فقہائے بغداد میں سے ہیں ۔ ان پر علم اصول کا غلبہ تھا اور اس فن کی مشکلات کے حل میں ان کا نام ضرب المثل سمجھا جاتا ہے ۔ اس ضمن میں ان کی کتابیں البسیط، الوسیط، الوجیز بہت مشہور ہیں ۔ وہ کہا کرتے تھے کہ عامی کے لیے بھی لازم نہیں کہ وہ کسی ایک مذہب میں بند رہے ۔ مدرسہ نظامیہ کے ساتھ ان کا تعلق بڑا عجیب رہا ۔ ایک ماہ پڑھایا اور استعفا دے دیا ۔ کچھ عرصہ بعد پھر پڑھانا شروع کیا اور صرف ایک دن پڑھا کر دوبارہ چھوڑ دیا ۔

بغداد ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی ۔

۱۷ ۔ الھندی

نام محمد بن عبدالرحیم بن محمد، ابو عبداللہ صفی الدین الھندی ۔ فقیہ ہیں اور علم اصول کے ماہرین میں سے ہیں ۔ ہندوستان میں پیدا ہوئے ۔ ۶۶۷ ھ میں یمن گئے ۔ روم اور مصر بھی گئے ۔ حج کی سعادت بھی حاصل کی لیکن دمشق کو اپنا وطن بنایا اور وہیں وفات پائی بلکہ اپنی کتابیں بھی دارالحدیث الاشرفیہ کے نام وقف کر گئے ۔ ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں "نہایہ الفائق، الزبدہ، الوصول الی علم الاصول وغیرہ

۱۸ ۔ ابوجعفر الطبری

نام محمد بن جریر الطبری ابوجعفر، آپ امام وقت تھے ، مفسر تھے ، مورخ بھی ۔ طبرستان میں پیدا ہوئے ۔ بغداد کو مسکن بنایا، وہیں وفات پائی ۔ انھیں قاضی کے عہدے کی پیشکش ہوئی لیکن ٹھکرا دی ۔ ان کی اہم تصانیف درج ذیل ہیں "اخبار الرسل والملوک" ۔۔ یہ کتاب تاریخ طبری کے نام سے مشہور ہے، جامع البیان فی تفسیر القران " یہ کتاب تفسیر طبری کے نام سے مشہور ہے "اختلاف الفقہا" "المسترشد" "جزائی الاعتقاد" وغیرہ

۱۹ ۔ ابن حزم

۳۸۳ ۔ ۴۵۶ ھ بمطابق ۹۹۴ ۔ ۱۰۶۴ء

نام علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری، کنیت ابو محمد ۔ اندلس کے جید عالم ہیں اور دین اسلام کے آئمہ میں سے ہیں ۔ قرطبہ میں پیدا ہوئے ۔ اپنے باپ کے بعد وزیر بھی رہے ۔ بعد میں وزارت چھوڑ کر علم و تالیف کے کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ، فقیہ، مجتہد اور حافظ قرآن تھے ۔ قرآن و سنت سے احکام اخذ کرنے میں بڑی ژرف نگاہی سے کام لیتے ۔ بناوٹ اور اینچ پیچ سے بالکل پاک تھے ۔ بڑے بڑے علما پر تنقیدیں کیں ۔ اس لیے سب ان کے مخالف ہو گئے اور سلطان سے ان کی شکائتیں کرنے لگے ۔ چنانچہ ابن حزم دل برداشتہ ہو کر ترک وطن کر گئے اور غربت ہی میں وفات پائی ۔

کہا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف کی تلوار اور ابن حزم کی زبان سگی بہنیں ہیں ۔ ان کی کثیر تصنیفات میں شہرت پانے والی کتابیں درج ذیل ہیں " جمہرہ الانساب" المحلی " الفصل بین اھل الاھواء والنحل" الاحکام فی اصول الاحکام" " الایصال الی فھم الخصال" کتاب فی المنطق " رسائل ابن حزم" دیوان ابن حزم" "جوامع العسیرہ "

۲۰ ۔ ابن حاجب

نام جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر، معروف نحوی، ایرانی نژاد لیکن مولد مصر ہے ۔ علوم ادب و فقہ قاہرہ میں سیکھے ۔ ان کی مشہور تالیفات یہ ہیں :

نحو میں کافیہ، صرف میں شافیہ ۔ یہ دونوں کتابیں پورے عالم اسلام میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں اور اکثر جگہوں پر درس نظامی کے کورس میں شامل ہیں ۔

مختصر المنتھی ۔ یہ علم اصول کی اہم ترین کتاب ہے، المقصد الجلیل فی علم العلیل، فقہ مالکی کے بارے میں مختصر الفروغ یا جوامع الامھات

۲۱ ۔ قاضی حسین ثمیس

نام ابن نصر بن محمد بن حسین بن محمد بن حسن کعبی موصلی شافعی' کنیت ابو عبداللہ ۔ ماہر فقیہ اور اہم اصولی ۔ موصل میں پیدا ہوئے ۔ کافی عرصہ قاضی کے منصب پر فائز رہے' بغداد میں وفات پائی ۔

۲۲ ۔ الزرکشی

نام محمد بن عبداللہ ابن بہادر زرکشی مشہور شافعی فقیہ' اصلاً ترک تھے لیکن مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی ۔

اصول و فقہ اور دیگر فنون میں بہت کتابیں لکھیں جن میں سے اہم یہ ہیں : الدیباج فی توضیح المنہاج ' مجموع المنثور

حواشی

بلا عذر چھوڑ دینے کا سنت پر مطلق اطلاق شریعت سے تجاوز ہے کیونکہ کئی سنتیں ایسی ہیں جن کا درجہ فرض اور واجب کے برابر ہے یا وہ کسی فرض کی تکمیل کے لیے شرط کی حیثیت رکھتی ہیں مثلاً طریقہ نماز جس کی تعلیم سنت سے معلوم ہوتی ہے لیکن وضو کی کامل ترکیب قرآن میں موجود ہے جس کے بغیر بلا تیمم نماز پڑھنا حرام ہے اور تیمم بلا عذر ناقابل قبول ہے اسی طرح نماز بھی سنت طریقہ سے ہٹ کر پڑھنے سے ادا نہیں ہوگی۔

ہاں وہ سنتیں جو نفل عبادت کے درجے میں ہیں مثلاً وضو میں مسواک، تو انھیں بلاعذر چھوڑا جا سکتا ہے، تاہم بھی مومن ایک بڑے خیر سے محروم ہو جائے گا۔ بہرحال سنت میں ترک بالعذر اور ترک بلا عذر میں فرق ملحوظ نہ رکھنا مہلک غفلت ہے۔

۲۔ قرآن میں محرمات خورد و نوش میں چار چیزوں پر حصر ہے: مردار، خون، لحم خنزیر اور ذبیحہ جن پر اللہ کا نام نہ پڑھا گیا ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مچھلی اور ٹڈی کو حلال فرما کر انھیں مردار سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور درندوں وغیرہ میں پالتو گدھوں کے گوشت کی تحریم کر کے ان پر اضافہ فرما دیا۔ گویا سنت نے کہیں تو قرآن کے دائرہ حصر کو بڑھا دیا اور کہیں محدود کر دیا۔ یہ شریعت میں سنت کی منفرد حیثیت کا ثبوت ہے جو اسے قرآن نے تفویض کی ہے۔

۳۔ مصنف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روایت اور قرآن کی مذکورہ ان آیات میں جس تعارض کی بات کی ہے، وہ ان کے باہمی تقابل سے متبادر نہیں ہوتا کیونکہ ان آیات کا موضوع شریعت، اطاعت اور اتباع کے حوالے سے رسول کی حیثیت کا تعین ہے۔ جبکہ مذکورہ روایت کا موضوع یہ بنتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منسوب کر کے بیان کی جائے تو اس کی صحت کو جانچنے کے لیے اسے قرآن پر پیش کر کے دیکھ لیا جائے کہ شریعت میں کسی شے کی صحت کا سب سے بڑا معیار وہی ہے اور اگر وہ بات قرآن کے خلاف نہ ہو تو پھر چاہے وہ قرآن پر اضافہ ہی کیوں نہ ہو بفحواے آیات مذکورہ بسروچشم قبول ہے۔

بجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی کسی بات کے بارے میں ایسا مطالبہ کرنا غارت گر ایمان ہے البتہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی توثیق و تصدیق عین روا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم ہمیشہ یہی کرتے تھے تاہم مذکورہ روایت کا تعلق ظاہر ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ سے منسوب ضعیف روایات سے ہے کہ یہ بھی درایت کا ایک اصول ہے تاکہ کوئی طالع آزما اپنے دل کی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نہ لگا سکے اور ایسا بہت ہوا ہے ۔

۴ ۔ سنت قرآن پر قاضی ہے ۔ یعنی صرف سنت ہی قرآن کے الفاظ کے مدعا کی تعیین کا حق رکھتی ہے ۔ جیسے قرآن نے اللہ کا حکم بتا دیا' اقم الصلوہ ۔ اب اس حکم کو کس طرح بجالایا جائے' سنت اس سلسلے میں ہماری پوری رہنمائی کرتی ہے ۔

صلوا کما را یتمونی اصلی

امام شاطبی اپنی کتاب الموافقات میں یہی بات کہتے ہیں' السنتہ قاضیہ علی الکتاب انما مبینہ لہ یعنی سنت کتاب اللہ کی شارح ہے ۔ نیز قرآن سنت کا محتاج ہے' کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن کے الفاظ اور اصطلاحات کی توجیہہ کرنے کا اختیار صرف اور صرف سنت کو حاصل ہے ۔ مثلاً" صلوہ ' زکواہ' جہاد' حج وغیرہ

۵ ۔ انبیاء علیھم السلام کبائر و صغائر دونوں سے امان میں ہوتے ہیں ۔ البتہ اسلاف میں سے چند ایک یہ کہنے کی جرات کرتے ہیں کہ ان سے سہوا" کہیں کچھ کمی کے امکان کی کلیتہ" نفی نہیں کی جاسکتی البتہ وہ اگر ہوگی تو جانب حق ہی ہوگی بلکہ غلبہ حق کے نتیجے میں ہوگی اور حق یہی ہے کہ نبی قبل از بعثت بھی ہر قسم کی معصیت اور نقص سے نہ صرف پاک ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی باذن ربی پاک کرنے پر مامور ہوتا ہے اور دلیل یہ ہے کہ نبی مخاطب سبوح قدوس رب الملائکتہ و روح ہے ۔ عصمت کیا ہے' یہی کہ حکم خداوندی کو براہ راست سننا اور تعمیل کرنا

اتبع مایوحی الی

کسی بھی اور کے خطاب کو نہ سننا' سنی ان سنی کر دینا اور سن کر خلاف کرنا عین ممکن ہے لیکن اللہ تعالے کے براہ راست فرمان کے بعد نافرمانی محال ہے ۔

لوتقول علینا بعض الا قاویل لا خذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین

۶۔ انبیا علیھم السلام سے ترک اولی کے صدور کا عقیدہ بھی آن نبوت کے منافی ہے۔ کیونکہ جسے نبی نے ترک کر دیا وہ اولی تھا ہی کب بلکہ کسی شے کے کمتر ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اسے نبی نے ترک کر دیا ویسے بھی جب نبی ہی ترک اولی کرنے لگے تو پھر اسے کون کر سکے گا۔ جبکہ باقی سبھی تو نبی کے تبع محض ہیں بلکہ اس طرح تو اولی فعل گویا بالکلیہ صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ اور نبی تو بفحوائے آیت امرت ان اکون اول المسلمین کہنے والا ہے' اس سے ترک اولی کیسے سرزد ہو سکتا ہے۔

۷۔ ایک رائے یہ ہے کہ جن لوگوں نے آیات قرانی سے عصمت انبیاء ثابت کی ہے' ان کا استدلال بھی صحیح نہیں اور جن لوگوں نے ان سے عصمت کی نفی پر استدلال کیا ہے' وہ بھی غلطی پر ہیں کیونکہ خود آیات کی صحت آیات سنانے والے کی عصمت پر موقوف ہے۔ وہ تو اس لیے معتبر ہیں کہ انھیں پہنچانے والا معتبر ہے۔ اگر ناقل معاذ اللہ غیر معتبر قرار دیا جائے تو اس کی نقل کردہ آیات پر کون اعتبار کرے گا۔ لہذا آیات سے عصمت کا اثبات صرف تصدیق مزید ہے۔ ورنہ قبل از بعثت ایک دنیا کا انھیں صادق و امین کہنا اور سمجھنا ان کی عصمت کی اصل دلیل ہے اور بعداز بعثت اللہ تعالے کا خود نبی سے یہ کہلوانا'

قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقا نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی'

ان کی عصمت پر ایک دلیل قاطع ہے۔